ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر سائرہ ارشاد
لیکچرر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی، بہاول پور
ڈاکٹر مطاہر شاہ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
سید ازور عباس
لیکچرر، شعبۂ اردو، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی کے سفرنامے: چند نئی دریافتیں

Dr.Saira Irshad
lecturer, Department of Urdu,Govt Sadiq college women university Bahawalpur.
Dr.Mutahir Shah
Assistant Professor, Department of Urdu, Hazara University Mansehra.
Syed Azwar Abbas
Lecturer, Department of Urdu, Hazara university Mansehra.

Travelegues of Syed Masood Hassan Shahab Dalvi: Some New Discoveries

There is a deep connection between literature and life. A successful writer can grasp the realities of life on the strength of his observation while the travelogue is compiled in view of this characteristic. He was born in 1971. He served as Information Officer in Pakistan after the partition of IndiaSyed Masood Hassan Shehab launched the weekly Elham and the literary magazine Al-Zubair of Bahawalpur. His works came to light. The travelogue "Safar Hi Safar" contains nine journeys of Syed Masood Hassan Shehab Dehlavi. In these travels, where experiences and observations are reflected, their internal and external conditions are also fully reflected. Undoubtedly, Syed Masood Hassan Shahab Dehlavi has proved himself as a travel writer.

Keywords: *Insights, History and Civilization, Imagery, Squeak, Common Sense, Partition of India, Migration.*

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

زندگی سفر مسلسل کا نام ہے۔ انسان اپنی مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتا رہا۔ دورانِ سفر اسے دلچسپ اور متاثر کن حالات و واقعات سے گزرنا پڑتا۔ مخصوص قسم کے تہذیبی تصورات پر مبنی معاشروں میں ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ وہ سفر اختیار کرے۔ ماضی میں انسان کی ترقی سست روی پر مبنی تھی۔ سفر پیدل یا جانوروں کے ذریعے کیا جاتا تھا، جوں جوں انسانی زندگی ترقی کی منازل طے کرتی گئی سفر کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ مہینوں کا سفر ہفتوں سے کم ہو کر دنوں میں تبدیل ہوا اور دنوں کے سفر نے گھنٹوں کی جگہ لے لی۔ رفیع الدین ہاشمی سفر نامے کی تعریف یوں کرتے ہیں۔:

> ”سفر نامہ ایک طرح کی روداد یا رپورتاژ ہے جسے آپ بیتی کی ایک شکل کہا جاسکتا ہے۔ سفر نامے کی عمدگی اور دلچسپی دو باتوں پر منحصر ہوتی ہے۔ ایک واقعات سفر کی ندرت وجدت اور دوسرے اندازِ بیاں میں تازگی۔“ (۱)

سفر نامے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اپنے تجربات و مشاہدات کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اس حوالے سے نہ صرف مختلف مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے بلکہ دورانِ سفر مختلف لوگوں سے ملاقات اور واقعات کے ذریعے دلچسپی پیدا کرنا بھی لازمی امر ہے۔ سفر نامہ نگار تاریخی جائزہ لے کر قاری کی معلومات میں بے پناہ اضافہ کرتا ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ سفر نامہ اظہار کی مختلف کیفیتوں کا نام ہے۔ اس کی خصوصیات کے بارے میں شاہد حسن رضوی لکھتے ہیں۔:

> ”سفر نامہ ایک بیانیہ صنفِ ادب ہے۔ دورانِ سفر مصنف جہاں جہاں سے گزرتا ہے، ہر جہاں جہانِ دیگر کا منظر پیش کرتا ہے۔“(۲)

ادب اور زندگی میں گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ ایک کامیاب ادیب اپنی قوت مشاہدہ کے بل بوتے پر زندگی کی حقیقتوں کا ادراک کر سکتا ہے جب کہ سفر نامے میں اسی خصوصیت کے پیشِ نظر روداد مرتب کی جاتی ہے۔ سفر نامہ نگار صرف تاریخ و تہذیب اور جغرافیے کو مد نظر نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دل کش مناظر، دورانِ سفر درپیش رکاوٹوں اور نگاہِ باطن سے قوموں کے عروج و زوال کا جائزہ لیتا ہے۔ یوں داخلی و خارجی کیفیت میں ڈھل کر سفر نامہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جب کہ دلچسپ اسلوب اسے تخلیقی فن پارہ بنا دیتا ہے۔ اس حوالے سے مرزا ادیب لکھتے ہیں:

"سفر نامہ نگاری لازماً ایک تخلیقی تجربہ ہے۔ اس کا اطلاق انہی معنوں پر ہوتا ہے جو تخلیقی تجربے سے وابستہ کیے جاتے ہیں۔" (۳)

یوں کہا جاسکتا ہے کہ سفر نامہ، سفر کے حالات، واقعات، کوائف اور تاثرات پر مبنی ہے۔ ایک عمدہ سفر نامے میں طرزِ معاشرت، تہذیب و تمدن، اخلاقیات، تاریخ اور جغرافیائی حدود کا بھرپور انداز میں جائزہ لیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر قدسیہ قریشی اس حوالے سے لکھتی ہیں:-

"سفر نامے کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں کہ اس کی نثر دل کش ہو، اس کا مشاہدہ گہرا ہو۔ مصنف جس لطف سے سرشار ہو قاری کو اس میں برابر کا شریک کر سکے۔" (۴)

تکنیک کے لحاظ سے دیکھا جائے تو سفر نامہ ایسی صنف ہے جس میں بہت زیادہ تجربات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ابتداء میں سفر نامہ بیانیہ تکنیک پر مشتمل تھا اور یہ سلسلہ آج بھی اس طرز کا حامل ہے۔ سفر نامے میں یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ سفر نامہ کب لکھا گیا اور سفر نامہ نگار نے اپنی یادداشتوں کو کس طرح رقم کیا۔ دورانِ سفر حالات و واقعات کو لکھتے رہنا ڈائری کی تکنیک میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے سفر نامے تخیل کی بجائے حقیقت کا عکس نظر آتے ہیں جب کہ کسی بھی طرح کی غیر معمولی صورتِ حال میں سفر نامہ نگار کا ردعمل فوری طور پر سامنے آجاتا ہے۔ سفر نامے کی ایک اور تکنیک ایسے سفر ناموں میں ملتی ہے جو سفر کے اختتام پر لکھے جاتے ہیں۔ سفر نامہ نگار جو منظر دیکھتا ہے اسے باریک بینی سے مشاہداتی رنگ میں ڈھال لیتا ہے۔ دورانِ سفر اہم نکات لکھ لیے جاتے ہیں جب کہ سفر کے آخر میں ان یادداشتوں کو نہایت سلیقے سے مربوط اور منظم شکل میں قلم بند کیا جاتا ہے۔ دنیا میں زیادہ تر سفر نامے اسی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ایک اچھے سفر نامہ نگار کے لیے موزوں تکنیک اور عمدہ مواد از حد ضروری ہیں۔ وگرنہ سفر نامہ کبھی بھی دلچسپ اور عمدہ تاثر برقرار نہیں رکھ سکے گا:-

"ایک کامیاب سفر نامہ وہ ہوتا ہے جو صرف ساکت و جامد نظریات کا عکاس نظر نہ ہو بلکہ لمحۂ رواں میں آنکھ، کان، زبان اور احساس سے ٹکرانے والی ہر شے نظر میں سما جانے والی ہو۔" (۵)

ناقدین سفر نامے کو دو اقسام میں منقسم کرتے ہیں جن میں روایتی سفر نامہ اور غیر روایتی سفر نامہ شامل ہیں۔ روایتی سفر نامے میں سفر کے مقامات سے متعارف کرایا جاتا ہے جب کہ غیر روایتی سفر نامے میں سفر نامہ نگار

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

زمان و مکان کا پابند نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی کیفیات کو مد نظر رکھتے ہوئے سفر نامے کا ادب سے تعلق استوار کرتا ہے۔
ڈاکٹر اسلم فرخی جدید طرز کے اس سفر نامے کے بارے میں لکھتے ہیں۔:

> ''اب سیاح کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ مخصوص ماحول اور حالات میں اپنے ذاتی اور انفرادی رد عمل کی وہ جھلک پیش کر دے جس سے قاری کی ذہنی وسعت اور انسان شناسی میں اضافہ ہو۔'' (۶)

سفر نامے میں حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ ادبی چاشنی بھی ضروری ہے ورنہ یہ محض معلومات کا ذریعہ بن جائے گا اور اس میں سادگی و سلاست کا فقدان ہو گا۔ مختلف اسفار میں سیاح کی وجۂ مسافت الگ نوعیت پر مبنی ہوتی ہے لیکن سفر نامے کے بنیادی مقصد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک اچھے سفر نامہ نگار کی چشم بینا سے دیکھی ہوئی چیزوں کو قاری اپنے چشم تخیل سے محسوس کرتا ہے۔

اُردو ادب میں سفر نامے کو منفرد مقام حاصل ہے۔ یہ صنف پوری آب و تاب کے ساتھ جان دار ادبی اصناف کے تمام تقاضوں پر پورا اُترتی ہے۔ خطۂ بہاول پور سفر نامہ نگاری میں جان دار روایت کا حامل ہے۔ ۱۸۹۶ء میں خلیفہ احمد اختر مرزا کا سفر نامہ ''سفر نامۂ فریدی'' کے عنوان سے شائع ہوا جب کہ ۱۹۳۴ء میں محمد حفیظ الرحمن نے ''سفر نامہ حجاز'' لکھا۔ ۱۹۳۷ء میں نواب صادق محمد خان خامس نے ''حج صادق'' کے عنوان سے سفر نامہ لکھا۔ ۱۹۳۹ء میں محمد جعفر کا تحریر کردہ سفر نامہ ''ہدیۃ الصادق'' منظر عام پر آیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد سفر نامے کی اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے محمد خالد اختر، شفیق الرحمن، محمد کاظم، بشریٰ رحمن، سیّد ناصر الدین، گوہر ملسیانی، حیدر قریشی، خورشید ناظر اور سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی نے بھرپور کردار ادا کیا۔

سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی ۲۰ / اکتوبر ۱۹۲۲ء کو سیّد منظور حسن رضوی کے ہاں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دہلی سے حاصل کی جب کہ ادیب فاضل اور بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز انڈین آرمی میں ایجوکیشن انسٹرکٹر کے طور پر کیا جب کہ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں بطور اطلاعات آفیسر ذمہ داری انجام دی۔ سید مسعود حسن شہاب نے ۱۹۴۸ء میں ہفت روزہ ''الہام'' کا اجراء کیا جب کہ بہاول پور کے ادبی رسالے ''الزبیر'' کا اجراء ۱۹۵۰ء میں کیا۔

سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی کی تصانیف میں "نقوشِ شہاب"، "جنگ نامہ"، "موجِ نور (حمد، نعت، قصیدہ، مرثیہ)"، "گل و سنگ (غزلیں، نظمیں)"، "میٹھی باتیں (نظمیں)"، "خواجہ غلام فرید (شخصیت اور فن)"، "خطۂ پاک اُوچ (تاریخ)"، "بہاول پور میں اُردو (تاریخ)"، "بہاول پور کی سیاسی تاریخ"، "اولیائے بہاول پور"، "سفر ہی سفر (سفر نامہ)"، "وادئ جمنا سے وادئ ہاکڑہ تک (سوانح)"، "مشاہیر بہاول پور (خاکے)"، "تکملہ سیر الاولیاء"، "لطائف سیر یہ"، "بہاول پور کی قدیم دستاویزات"، اور "بہاول پور کی سالمیت" شامل ہیں۔

سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی کی وفات کے بعد اُن کے شاگردوں اور عقیدت مندوں نے "شہاب اکیڈمی" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ بہاول پور کے نامور شاعر سیّد تابش الوری اس اکیڈمی کے صدر ہیں۔ ان کی زیر نگرانی ہر سال سیمی نار منعقد کیا جاتا ہے جس میں علمی و ادبی موضوعات پر بحث و مباحثہ کیا جاتا ہے۔ مسعود حسن شہاب دہلوی کی ادبی خدمات کے پیشِ نظر انہیں اعزازی سرٹیفکیٹ برائے ادبی خدمات لائسنس فری پسٹل اور گولڈ میڈل برائے تحقیق حضرت خواجہ غلام فرید سے نوازا جاچکا ہے۔

سفر نامہ" سفر ہی سفر" سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی کے نو اسفار پر مشتمل ہے۔ اس میں تین تفصیلی اور چھ جزوی سفر نامے ہیں۔ یہ سفر نامے 'کراچی سے ڈھاکہ تک'، 'صوبہ سرحد میں چند روز'، 'دِلّی نامہ'، 'بہاول پور سے بخشن خان تک'، 'لاہور سے شرق پور'، 'برکتوں کا سفر (بہاول پور سے ڈیرہ غازی خان تک)'، 'رحیم یار خاں کا سفر'، 'سیال کوٹ سے لاہور تک'، اور 'کراچی کراچی ہے' کے عنوان سے شامل ہیں۔

مسعود حسن شہاب دہلوی کا سفر نامہ "کراچی سے ڈھاکہ تک" ڈھاکہ کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ یہ سفر نامہ سقوطِ ڈھاکہ سے قبل بہاول پور اور سندھ کے کونسلروں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ وہ اور ان کے ساتھی کونسلر کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز ڈھاکہ پہنچتے ہیں۔ دورانِ سفر موسم کی خرابی کے باعث جہاز کئی بار سیکڑوں فٹ نیچے آیا جس کی وجہ سے سفر تسلی بخش نہ ہو سکا لیکن یہ وفد خیریت سے ڈھاکہ پہنچ گیا۔ مشرقی بنگال کی صوبائی مسلم لیگ کے عہدے دار اور کارکنوں نے وفد کا بھرپور استقبال کیا۔ وفد کو یونی ورسٹی بلڈنگ میں قیام کے لیے ٹھہرایا گیا۔ بنگالی مہمان نوازوں نے خوب خاطر مدارت کی۔ مسعود حسن شہاب دہلوی نے اس روداد میں صحافت کا رنگ نمایاں رکھا۔ بڑے اور ترقی یافتہ شہروں کی نسبت ڈھاکہ کی سڑکیں، شفاخانے اور تفریحی مقامات جدید دور سے میل نہیں کھاتے۔ بوڑھی گنگا ہی تفریح کا واحد ذریعہ ہے اگرچہ اس میں بھی ناریل کے چھلکے اور گندگی کے انبار نظر آتے ہیں۔

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ڈھاکہ میں مساجد کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اسلامی عقائد کا خیال رکھا جاتا ہے نیز خواتین بھی باپردہ ہوتی ہیں لیکن رہن سہن میں جدت نہیں ہے۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی ڈھاکہ شہر کا نہایت عمدگی سے نقشہ کھینچتے ہیں۔ وہ اور دیگر ارکان مختلف مقامات کا دورہ کرتے ہیں جن میں نارائن گنج، آدم جی جیوٹ ملز اور چاند پور شامل ہیں۔ اس کے بعد وہ اکتوبر میں منعقد کیے گئے مسلم لیگ کونسل کے مختلف اجلاسوں سے متعلق بتاتے ہیں کہ رسمی کارروائی کے بعد کونسل کے عہدے داروں کا انتخاب کیا گیا۔ وہ تفصیلی انداز میں عہدے داروں کے اسمائے گرامی اور عہدوں سے متعلق کونسل کے اجلاس میں ہونے والے مباحث کے حوالے سے ایک صحافی ہونے کے ناتے جائزہ لیتے ہیں۔ اسی طرح ۱۲/ اکتوبر کے اجلاس کی کارروائی بھی بیان کر کی گئی ہے جس میں سب سے اہم ترمیم یہ تھی کہ آئندہ صدر کا انتخاب ایک سال کی بجائے تین سال بعد ہوگا۔ ۱۳/ اکتوبر کے جلسے میں بنگالی زبان کے حوالے سے ہونے والی بدمزگی کا ذکر وضاحت سے کیا گیا۔ مثال کے طور پر:

> ”میں شرق و غرب کے بعد آج یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں پنجاب کی سرزمین پر کھڑا ہوں اور مجھے اپنے پنجابی بھائیوں سے مخاطب ہونا پڑ رہا ہے۔“ (۷)

سید مسعود حسن شہاب دہلوی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بذریعہ سکائی ماسٹر واپسی کے لیے روانہ ہوئے اور راستے میں جہاز کی فنی خرابی کے باعث کلکتہ رکنا پڑا جہاں انھیں ہندوؤں کے رویے نے دلبرداشتہ کیا، جہاز درست ہونے کے بعد اگلے دن کراچی پہنچا۔ مسعود حسن شہاب دہلوی نے اس سفر نامے میں معلوماتی انداز رکھا نیز من گھڑت واقعات شامل نہیں کیے بلکہ سادہ الفاظ میں حقیقی مناظر کی عکاسی کی گئی ہے۔ انھوں نے جہاں بھی غیر معروف الفاظ یا اصطلاح کا استعمال کیا اس کی وضاحت بھی کی ہے جب کہ ثقیل الفاظ کا استعمال نہیں کیا گیا جس سے مسعود حسن شہاب دہلوی کے ادبی شعور میں پختگی کا ادراک ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے نہایت سنجیدگی سے سفر نامے کی تصویر کشی کی ہے۔

سفری سرگزشت ”صوبہ سرحد میں چند روز“ سرحد حکومت کی دعوت پر اختیار کی گئی جس میں مسعود حسن شہاب دہلوی اپنے نو صحافی دوستوں کے ہمراہ صوبہ سرحد جاتے ہیں۔ وہ اپنے دوست شیخ فضل کریم جو کہ محکمہ اطلاعات میں ڈائریکٹر تھے کے ہمراہ بذریعہ ٹرین بہاول پور سے ٹیکسلا روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں تمام دوست گپ شپ لگاتے ہیں اور انواع و اقسام کے کھانے کھاتے ہوئے لائل پور پہنچتے ہیں جہاں ان کے دوست استقبال کے لیے

موجود ہوتے ہیں اور خوب خاطر مدارت کرتے ہیں۔ مسعود حسن شہاب دہلوی نہایت خوب صورتی سے راستے کے مشاہدات اور اپنے دوستوں کی شوخ و چنچل عادات کا احوال بیان کرتے ہیں۔:

> "پانی پینے کے لیے برف توڑنے کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن اس کام کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ آخر ہمارے ایک رفیق کہیں سے کدال اُٹھا لائے اور لگے زور آزمائی کرنے، منع کرتے کرتے انھوں نے ساری برف کا چورا کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے ڈبے میں پانی پانی ہو گیا اور فی الحقیقت چناب میں جوتیاں تیرنے لگیں۔" (۸)

وہ قاری جو سفر نامے میں رنگا رنگ اور من گھڑت واقعات کی توقع رکھتے ہیں انھیں سید مسعود حسن شہاب دہلوی کے اندازِ تحریر سے مایوسی ہوگی۔ اس سفر نامے کا بیانیہ سادگی و سلاست پر مبنی ہے۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی حقیقی واقعے کی منظر کشی کرتے ہیں یوں کہا جا سکتا ہے کہ انھیں قاری کو دل فریب انداز سے متاثر کرنے کا ہنر نہیں آتا۔ سرحد کا سفر مقصدیت سے بھرپور تھا کیوں کہ یہ سفر حکومتی دعوت کی وجہ سے اختیار کیا گیا تھا اس لیے اس سفر میں کہیں بھی انھیں سفر کی تکالیف اور مشکلات سے نہیں گزرنا پڑا۔ اس سیاحت میں اہم مقامات کا دورہ بھی شامل تھا جہاں مختلف علاقہ جات کے صحافیوں سے ملاقات کی جاتی ہے۔ لہٰذا ان کا اندازِ تحریر معلوماتی ہے کیوں کہ وہ جب بھی کوئی نئی بات کرتے ہیں اس کی آسان اور مختصر انداز میں تشریح کرتے ہیں اس لیے یہ سفر معلوماتی ہونے کے ساتھ ساتھ پُر لطف بھی ہے۔ ٹیکسلا کی سیر کے دوران ان کا یہ انداز واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ ٹیکسلا کی تاریخ کو واضح اور پُر اثر انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح میوزیم کا دورہ کرتے ہوئے ٹیکسلا کے کھنڈرات اور بدھ مت کے حوالے سے تمام معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی کسی اہم چیز کی طرف قاری کی توجہ دلانے کے لیے خطابیہ انداز اختیار کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ انداز قاری کو بیک وقت چونکا دیتا ہے جس کے نتیجے میں قاری بھرپور دلچسپی سے مخصوص نکتہ کا بغور مطالعہ کرتا ہے۔ مثلاً:

> "عجائب خانہ کھنڈرات کی تصوراتی سیر کرانے کے بعد اب آپ کو ٹیکسلا کی قدامت اور اس کی تاریخی اہمیت کے متعلق بتائیں۔ ٹیکسلا کا اصل نام تکھ شلا تھا جس کے معنی ہیں اس نام کو بھی تراشا گیا اور تبدیل ہوتے ہوتے یہ صرف ٹیکسلا رہ گیا۔" (۹)

سید مسعود حسن شہاب دہلوی اپنے دوستوں کے ہمراہ پشاور کی سیر کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں جہاں بازاروں اور مختلف مقامات کی سیر کی جاتی ہے۔ قاری اس روداد کو پڑھتے وقت یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ بھی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اس قافلے میں شامل ہے اور اپنی آنکھوں سے ان مقامات کو دیکھ رہا ہے۔ وہ پشاور کے قصہ خوانی بازار کے نام کی وضاحت کرتے ہیں کہ کسی دور میں افغانی اسی بازار میں بے فکری سے بیٹھ کر رات بھر ہر طرح کے قصے کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے اسی وجہ سے اس کا نام قصہ خوانی بازار پڑ گیا۔ اسی طرح سید مسعود حسن شہاب دہلوی یادگار چوک پر ہونے والی خون ریزی کی وضاحت کرتے ہیں جس سے قاری کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔:

"مسعود حسن شہاب دہلوی بحیثیت آدمی وہ کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی یاروں کے بائیں پلڑے میں معلق ضرور نظر آتے ہوں گے۔" (۱۰)

مسعود حسن شہاب دہلوی علمی و ادبی طور پر بہت باوقار اور سلجھی ہوئی شخصیت ہیں۔ لہٰذا ثقیل الفاظ کی بجائے سادہ اور عام فہم انداز میں سفر سے متعلق معلومات فراہم کرتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قاری کی ہر قدم پر رہنمائی کی جا رہی ہے جس کی بدولت وہ زیادہ آسانی سے اس سفر نامے کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ پشاور کی سیر کے بعد وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ درۂ خیبر کے اور وارسک سکیم دیکھنے کے لیے قبائلی علاقہ جات روانہ ہوتے ہیں۔ وہ قبائلی علاقے کے خدوخال اور رسم و رواج کا سرسری جائزہ لیتے ہیں جس سے ان علاقوں کے مزاج اور لباس سے متعلق گہری واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد کوہاٹ اور بنوں کی سیر کی جاتی ہے۔ قبائلی علاقہ جات میں اسلحہ کے لیے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر قبائلی کے پاس اسلحہ ہوتا ہے اور ان میں سے اکثر نشانہ بازی میں مہارت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اُڑتے ہوئے پرندوں کا بھی شکار کر لیا جاتا ہے۔ مسعود حسن شہاب دہلوی اس دوران کچھ پراجیکٹس کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس دوران سرحدی صحافی اور دیگر احباب اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ سوات کی ریاست دیکھی جائے جسے دودھ اور شہد کی سرزمین بھی کہا جاتا ہے۔ چناں چہ یہ قافلہ نوشہرہ میں بھاری لاگت سے قائم کیا جانے والا چمڑے کا کارخانہ دیکھتے ہیں۔ اسی طرح مختلف علاقوں اور افسران و صحافیوں سے ملاقات کرتے ہوئے سوات پہنچ جاتے ہیں جہاں والئی سوات سے ملاقات کی جاتی ہے جو نہایت عمدگی سے انتظام کرتے ہیں۔ مسعود حسن شہاب دہلوی اس ریاست کے انتظام و انصرام سے متعلق تفصیلی معلومات بیان کرتے ہوئے بحرین کے قدرتی حسن کی خوب صورت الفاظ میں منظر کشی کرتے ہیں۔ مسعود حسن شہاب دہلوی کا خطابیہ انداز بدستور قائم رہتا ہے۔ وہ نتھیا گلی کے حوالے سے تفصیلی انداز میں معلومات فراہم کرتا ہے۔:

"نتھیا گلی کو پہلے نتھیا گلی کہا جاتا تھا کیوں کہ اسے ایک سکھ سردار نتھیا سنگھ کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا بعد میں اسے نتھیا گلی کہا جانے لگا۔ سطح سمندر سے یہ جگہ آٹھ ہزار دو سو

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

فٹ بلند ہے۔ یہاں کی آبادی بہت محدود ہے۔ ایک معمولی سا بازار ہے، ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔" (۱۱)

نتھیا گلی کی سیر کے بعد اس قافلے کا آخری پڑاؤ مری ہوتا ہے۔ وہاں کی سیر و تفریح کے بعد یہ قافلہ بہاول پور کی روانگی اختیار کرتا ہے۔ اس دور میں مسعود حسن شہاب دہلوی نے سرحد حکومت کی جانب سے دی گئی سہولتوں کا بھرپور استفادہ کیا ہے۔

سفر نامہ "دِلّی نامہ" دہلی سے محبت اور عقیدت کے اظہار پر مبنی ہے۔ مسعود حسن شہاب دہلوی بنیادی طور پر دہلی کے رہنے والے تھے۔ وہ ہجرت کے بعد بہاول پور آگئے اور پھر یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ مسعود حسن شہاب دہلوی تقسیم ہند سے قبل دہلی میں اُردو زبان کے انسٹرکٹر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے نیز بطور شاعر اور صحافی علم و ادب کی خدمت بھی کی جب کہ ہجرت جیسے عظیم سانحے کے بعد بہاول پور کو مستقل رہائش کے لیے منتخب کیا۔ مسعود حسن شہاب دہلوی نے "دِلّی نامہ" میں اپنی کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔:

> "قسمت بہاول پور سے وابستہ کر دی گئی تھی یہیں معیشت و معاشرت کے رشتے استوار ہوئے تھے اس لیے یہاں کی سرگرمیوں میں ایسا منہمک ہوا کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی فرصت ہی نہ ملی یوں بھی جس سرزمین میں میرا رزق مقسوم کر دیا گیا تھا۔ اس سے وفاداری میرے نزدیک جزو ایمان کی حیثیت رکھتی ہے۔" (۱۲)

سید مسعود حسن شہاب دہلوی بہاول پور سے گہری وابستگی کے باوجود فرصت کے لمحات میں خود کو دہلی کے گلی کوچوں میں پاتے تھے۔ یہ جذباتی وابستگی تادمِ آخر قائم رہی، دہلی میں انھیں اساتذہ سے لگاؤ اور محبتوں کا حصول ملا اور وہیں سے علم و ادب سے گہری وابستگی پروان چڑھی۔ انھیں صحافت سے لگاؤ بھی انہی دنوں ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ مسعود حسن شہاب دہلوی جسمانی طور پر تو بہاول پور مقیم رہے لیکن ان کی روح بار بار دِلّی کا طواف کرتی رہی۔ کئی بار ارادے کے باوجود دِلّی جانے کا سبب نہ بن سکا۔ بالآخر نومبر ۱۹۸۲ء کو تمام مراحل طے کرنے کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعے دہلی روانہ ہوئے، وہاں انھیں ہر شخص اجنبی نظر آتا ہے۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی ان صاحب کو تلاش کرتے ہیں جن کے ہاں قیام کرنا تھا لیکن اس کی کہیں موجودگی نظر نہیں آتی۔ اگرچہ انھوں نے اپنی روانگی سے قبل مکتوب بھیجا تھا۔ کسٹم اور چیکنگ کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر نظام الدین اولیاء کے دربار روانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے یہ علاقہ اجنبی نہیں تھا کیوں کہ یہیں ان کا بچپن اور جوانی کے ایام

گزرے تھے۔ دہلی میں کافی عرصہ گزارنے کے بعد جب ۳۵ سال بعد پھر جانا ہوا تو بے شمار تبدیلیاں وقوع پذیر ہو چکی تھیں۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی اس سارے منظر کو ماضی سے ملاتے رہے، یہ موازنہ تقابلی انداز میں بیان کیا جاتا رہا۔ وہ لودھی روڈ پر واقع ایک سبز گنبد کو دیکھ کر اندازے سے اپنے میزبان کے گھر پہنچتے ہیں وہاں انھیں پتا چلا کہ دوست دِلّی نہیں ہے بلکہ اس کے عمر رسیدہ بھائی سے ملاقات ہو جاتی ہے جو انھیں بہت تپاک سے ملتا ہے۔ ان کے گھر قیام کے بعد انھوں نے اگلے دن پولیس اسٹیشن اپنی آمد کی اطلاع درج کرائی اور دہلی کی سیر کے لیے اکیلے روانہ ہو گئے۔ مسعود حسن شہاب دہلوی کی شخصیت پر روحانی اثرات شامل ہیں۔ لہٰذا وہ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کو اوّلین ترجیح دیتے ہیں جس سے ان کے دلی جذبات اور روحانی و ادبی عقیدت کا عکس دکھائی دیتا ہے۔

مسعود حسن شہاب دہلوی کے دیگر سفر ناموں کی طرح یہاں بھی روایتی انداز قائم رہا نیز صحافیانہ رنگ غالب ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا مرکز و محور وہی لوگ رہتے ہیں جو صحافت سے وابستہ ہوں۔ اسی سلسلے میں گلزار دہلوی اور آتش بہاول پوری سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ جغرافیائی معلومات کے ساتھ ساتھ تاریخی پہلوؤں کو بھی مد نظر رکھتا ہے اور ان کا اندازِ بیان محبت کے ساتھ ساتھ تازگی و شگفتگی پر مبنی ہے جس سے تاریخی واقعات ثقیل محسوس نہیں ہوتے۔ وہ معلومات کو سفر نامے کے انداز میں اس طرح شامل کرتے ہیں کہ سفر نامہ اچھوتا انداز اختیار کر لیتا ہے۔ ایک سچائی اور حقیقت پر مبنی واقعہ من و عن بیان کرنے سے حقیقی منظر کشی ہوتی ہے نیز آسان الفاظ اور تراکیب کے استعمال سے سفر نامہ دل کش محسوس ہوتا ہے۔ یوں اس سفر نامے میں وہ ایک حقیقی سیاح کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں۔

سید مسعود حسن شہاب دہلوی کا سفر نامہ "بہاول پور سے بخشن خان تک" روحانی جذبات کے زیر اثر اختیار کیا۔ وہ سلسلۂ اویسیہ کے بزرگ حضرت خواجہ حافظ عبد الخالق اویسی کے سالانہ عرس میں شرکت کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ اس سفر کا مقصد سیاسی، سماجی اور ادبی غرض و غایت پر مشتمل نہ تھا بلکہ مسعود حسن شہاب دہلوی خالصتاً عقیدت کے پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہیں۔ وہ مولانا حافظ فیض احمد اویسی کے ہمراہ بس کے ذریعے قائم پور پہنچتے ہیں اور پھر وہاں سے بستی شاہ پور کے لیے روانگی اختیار کی جاتی ہے۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی وہاں کے منظر سے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

> "یہاں شادی کی سی بہار تھی، شامیانے لگے ہوئے تھے، دیگیں چڑھی ہوئی تھیں، خدام آنے والوں کی آؤ بھگت میں مصروف تھے۔ ہمیں بھی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔"(۱۳)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ختم شریف کی محفل میں مسعود حسن شہاب دہلوی کو علامہ شاہ احمد سعید کاظمی سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اس محفل میں ہونے والی تقاریر میں معرفت حق کے لیے محبت رسولؐ کو لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد عبد الخالق اویسی کے مزار پر حاضری دی جاتی ہے۔ مسعود حسن شہاب دہلوی حاضری کے لمحات کو نہایت عقیدت واحترام سے بیان کرتے ہیں۔ یوں یہ سفر نامہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔

سید مسعود حسن شہاب دہلوی کی سفری روداد" لاہور سے شرق پور "بھی روحانی جذبات کی تسکین کے لیے تحریر کی ہے۔ انھوں نے اس سفر کو اختیار کرنے کی دو وجوہات بیان کی ہیں جس میں پہلی وجہ حکیم محمد موسیٰ امر تسری سے ملاقات کرنا جب کہ دوسری وجہ شیر ربانی میاں شیر محمد شرق پوری کے مزار پر حاضری دینی تھی۔ سفر نامے کے آغاز میں ادبی و روحانی محسن حکیم محمد موسیٰ امر تسری کی شخصیت سے متعلق معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ حکیم صاحب ادب سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے ذاتی کتب خانے میں بے شمار کتب کا ذخیرہ موجود ہے جن میں نادر کتب کے علاوہ فقہ، حدیث، تاریخ اور سیرت کے موضوعات پر کئی قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان کے کتب خانہ میں تقریباً تیرہ ہزار کتب موجود ہیں لیکن انھوں نے تاحال کوئی فہرست مرتب نہیں کی مگر جس کتاب سے متعلق بھی بات کی جائے وہ اس کی مکمل تفصیل سے آگاہ کرتے ہیں۔ مسعود حسن شہاب دہلوی حکیم صاحب کی شخصیت کے بہت زیادہ معترف نظر آتے ہیں اور ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔:

> "برصغیر پاک وہند میں چھپنے والی کوئی کتاب مشکل سے ایسی ہوگی جو اُن کی نظر سے گزری نہ ہو۔ کتب کے ماخذ اور حوالہ جات کے سلسلے میں وہ چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا ہیں۔" (۱۴)

سید مسعود حسن شہاب دہلوی بذریعہ بس شرق پور روانہ ہو جاتے ہیں۔ راستے میں موسم کی خوب صورتی اور شرق پور جانے کی خواہش ان کے شاعرانہ مزاج میں جوش و ولولہ پیدا کر دیتی ہے۔ وہ شرق پور کے سجادہ نشین کے ہاں قیام کرتے ہیں اور ان کی علم دوستی کو بہت سراہتے ہیں۔ سجادہ نشین کی تصنیف و تالیف سے گہری دلچسپی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ شہاب دہلوی، شیر محمد شرق پوری کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور مزار کی ظاہری حالت کا احوال بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ شیر محمد شرق پوری کی شخصیت سے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ یوں وہ سجادہ نشین اور ان کے مریدوں کی مہمان نوازی سمیت خوش گوار یادیں لے کر واپسی کا سفر اختیار کرتے ہیں۔

سید مسعود حسن شہاب دہلوی کا سفر نامہ "برکتوں کا سفر (بہاول پور سے ڈیرہ غازی خان تک)" ڈیرہ غازی خان کی سیاحت پر مبنی ہے۔ انھوں نے پاکستان نیشنل سنٹر ڈیرہ غازی خان کی تقریب میں بطور مہمانِ خصوصی شرکت کے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

لیے یہ سفر اختیار کیا۔ بزرگانِ دین سے گہری عقیدت اور لگاؤ کے باعث اس سفر نامے میں بھی روحانی عقیدت شامل رہی۔ مسعود حسن شہاب دہلوی اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''بزرگوں کے ذکر خیر میں شرکت سے زیادہ اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اگر بس میں ہوتا سر کے بل چل کر جاتا اور پلکوں سے جھاڑتا ہوا اس راہ کو طے کرتا بہر حال میں اس کو برکتوں اور سعادتوں کا سفر سمجھ کر ۶/ جون کو خیبر میل سے ملتان پہنچا۔'' (۱۵)

سید مسعود حسن شہاب دہلوی نے اپنے میزبانوں کی مہمان نوازی کو بہت سراہا۔ انھوں نے اگلے دن اخبار نویسوں اور دیگر احباب سے ملاقات کی۔ اس کے بعد نیشنل سنٹر کی تقریب میں شرکت کرتے ہوئے نیشنل سنٹر ڈیرہ غازی خان کی عمارت اور اس کے ڈائریکٹر مسٹر شریف اشرف کا بھرپور انداز میں تذکرہ شامل ہے۔ اس کے بعد وہ سخی سرور دربار پر حاضری کے لیے روانہ ہوتے ہیں اور وہاں سے فورٹ منرو کی سیر کے لیے روانگی اختیار کی جاتی ہے۔ اسی طرح سید مسعود حسن شہاب دہلوی اپنے حلقہ احباب کی مہمان نوازی اور خوش اخلاقی کے گہرے تاثرات لیے بہاول پور واپسی کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ اس سفر نامے میں بھی روحانیت کا اثر غالب رہا اور مسعود حسن شہاب دہلوی کا سلجھا ہوا ادبی لہجہ، طرزِ تحریر میں شائستگی اور سلیقہ مندی کا باعث رہا۔ سادہ مگر پُر اثر الفاظ کے استعمال سے ان کے سفر نامے میں نمایاں انداز محسوس ہوتا ہے نیز انھوں نے بے جا طوالت کی بجائے حسبِ معمول اختصار سے کام لیا اور یہی ان کا خاصہ ہے۔

سفر نامہ بعنوان ''رحیم یار خان کا سفر (خواجہ غلام فرید کے مشاعرے میں شرکت)'' رحیم یار خان کی سیاحت کے لیے اختیار کیا گیا۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی نے طلباء یونین کی دعوت پر ایک تقریب میں بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ اس تقریب میں مختلف کالجوں سے طلباء کے مابین طرحی غزلوں اور مجوزہ موضوع پر نظموں کا مقابلہ ہوا۔ اس مقابلے کے بعد مہمان شعراء نے بھی اپنا کلام سنایا اور آخر میں مہمانِ خصوصی یعنی سید مسعود حسن شہاب دہلوی کو دعوت سخن دی گئی جس پر انھوں نے بھی نظم اور غزل پیش کی جب کہ کامیاب ہونے والے طلباء کو منتظمین کی زیر نگرانی انھوں نے انعامات سے نوازا۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی نے شاعری کا ذوق رکھنے والے طالب علموں کو نصیحت کی کہ وہ یا تو اس میں ہنر پیدا کریں یا پھر اس کام کو بے کار سمجھ کر ترک کر دیں کیوں کہ محض چند الفاظ کو موزوں کر لینے سے شاعری نہیں آتی بلکہ اس حوالے سے مکمل وابستگی ضروری ہے۔ مسعود حسن شہاب دہلوی واپسی کا ارادہ کرتے ہیں لیکن ان کے صحافی دوست روک لیتے ہیں کیوں کہ انھوں نے پریس کلب

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

میں شام کو ایک ملاقات کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ مسعود حسن شہاب دہلوی بذریعہ خیبر میل خوش گوار یادیں سمیٹ کر بہاول پور کی روانگی اختیار کرتے ہیں۔

سید مسعود حسن شہاب دہلوی کا سفرنامہ " سیال کوٹ سے لاہور تک "سیال کوٹ اور لاہور کی سفری روداد پر مبنی ہے۔ اس کے پہلے حصے میں وہ بہاول پور سے سیال کوٹ روانہ ہوتے ہیں اس سفر کا مقصد مولوی محمد یوسف عازم القادری کی منعقد کردہ میلادِ مصطفی کانفرنس میں شرکت تھی۔ وہ اپنے میزبان کا تفصیل سے تعارف کراتے ہیں۔ مولوی محمد یوسف دین دار آدمی ہیں۔ وہ قطر میں ملازمت کرتے ہیں اور اپنی کمائی دین اسلام کی خدمت اور عظمت و بقاء کے لیے بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ انھیں سال میں دو دفعہ چھٹیاں ملتی ہیں اور وہ انھیں محفل میلاد کانفرنس کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ میلاد مصطفی کانفرنس میں حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ علمائے کرام اسٹیج پر موجود تھے۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی کو ان کے قریب بٹھایا گیا۔ اس کے بعد تقاریر کا آغاز ہوا جس میں مقامِ مصطفیؐ اور عشق مصطفیؐ پر بصیرت افروز گفتگو کی گئی۔ مجمع مسحور ہو گیا، اس کانفرنس کے بعد وہ لاہور کے لیے روانگی اختیار کرتے ہیں اور وہاں اپنے کچھ احباب سے ملاقات کے علاوہ ذاتی نوعیت کے کام بھی انجام دیئے گئے۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی جناب بی۔ اے قریشی (چیئرمین پنجاب انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بورڈ) اور ڈاکٹر عبدالوحید قریشی (پرنسپل اورینٹل کالج) سے ملاقات کرتے ہیں۔ وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود بہت تپاک سے ملتے ہیں۔ اس کے بعد وہ 'ماہِ نو' اور 'پاک جمہوریت' کے دفتر جاتے ہیں جہاں فضل قدیر سے ملاقات ہوتی ہے جو 'پاک جمہوریت' کی ادارت سنبھالے ہوئے تھے جب کہ معروف ادبی شخصیت الطاف فاطمہ سے ملنے ان کے گھر روانگی اختیار کی گئی، وہ بہت خلوص سے ملتی ہیں۔ مسعود حسن شہاب دہلوی ان کا مختصر تعارف بھی سفرنامے میں شامل کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اے۔ کے۔ خالد، احمد ندیم قاسمی اور الطاف قریشی سے ملاقات کرتے ہیں۔ سفرنامے میں الطاف قریشی کی تخلیقی صلاحیتوں کو ان الفاظ میں سراہا گیا ہے۔:

> "الطاف صاحب کا قلم ایک مصور کا قلم ہے اور وہ الفاظ میں مشاہدات و واقعات کی اس طرح تصویر کھینچ دیتے ہیں کہ تمام پس منظر و پیش منظر نظروں کے سامنے آجاتے ہیں۔"(۱۶)

اس سفرنامے میں بھی مسعود حسن شہاب دہلوی نے مخصوص انداز میں صحافیانہ رنگ کو شامل رکھا ہے جس کی وجہ سے سفرنامے میں دلچسپی کا فقدان ہے جب کہ معلوماتی انداز کی بدولت قاری کی بھرپور دلچسپی برقرار

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

نہیں رہ پاتی۔ مسعود حسن شہاب دہلوی کے ادبی مزاج اور شخصیت میں سنجیدگی کے باعث سفر نامہ ڈرامائی انداز میں پیش نہیں کرتا بلکہ اس میں تمام صورتِ حال کی حقیقی تصویر کشی کی گئی ہے۔

سید مسعود حسن شہاب دہلوی کا سفر نامہ "کراچی کراچی ہے "کراچی کی روداد پر مشتمل ہے۔ اس سفر میں وہ اپنے بھتیجے کی شادی میں شرکت کے علاوہ دیگر احباب سے ملاقات کرتے ہیں نیز ایک دو اور تقاریب میں شرکت بھی سفر نامے میں شامل ہے۔ سفر نامے کے آغاز میں وہ کراچی شہر کے بارے میں مختصر تفصیل سے آگاہ کرتے ہیں کہ کس طرح تقسیم ہند کے بعد ہندوستان سے ہجرت کرنے والے اس شہر میں سما گئے اور یہ شہر پھیلتا گیا قیام پاکستان سے پہلے یہ شہر بندر روڈ اور صدر کے علاقے پر مشتمل تھا جب کہ اب کئی شہروں کا مجموعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی آبادی میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے نیز بے شمار ٹرانسپورٹ سروسز کے باوجود ہر طرف لوگوں کا ہجوم نظر آتا ہے۔

سید مسعود حسن شہاب دہلوی کراچی سفر کی ایک وجہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان کے ایک بیٹے اور بیٹی نے اس شہر میں مستقل سکونت اختیار کر رکھی ہے۔ اس کا بیٹا ہاشم رضا سپنسر کمپنی میں مارکیٹنگ آفیسر ہے جب کہ داماد سند باد ایجنسی کے نام سے درآمد بر آمد کا کام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی قریبی عزیز اس شہر میں مقیم ہیں۔ اس لیے ان کا کراچی آنا جانا لگا رہتا ہے۔ وہ طبیعت میں ناسازی کے باوجود اپنے عزیز و اقارب اور حلقہ احباب سے ملاقات جاری رکھتے ہیں۔ سفر نامے میں اپنے بیٹے کی ذہانت اور ادبی ذوق کو خوب سراہتے ہیں اور ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

> "سیّد ہاشم رضا صاحب بڑے مرنجاں مرنج اور وضع دار لوگوں میں سے ہیں اور اگر میں کہوں کہ لکھنوی ثقافت اور لکھنوی رکھ رکھاؤ کے اس وقت وہ کراچی میں تنہا امین ہیں تو کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔" (۱۷)

سید مسعود حسن شہاب دہلوی، ہاشم رضا کی دعوت پر اختر حسین مرحوم (سابق سفیر پاکستان) کے مکان پر ایک مشاعرے میں شرکت کرتے ہیں جہاں بہت سے شاعر اپنا کلام پیش کرتے ہیں۔ یہ مشاعرہ جاپانی صنف ہائیکو کی طرز پر تھا اس کے بعد وہ کچھ دن اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ بسر کرتے ہیں۔ سید مسعود حسن شہاب دہلوی کے اعزاز میں 'قافلہ ادب' نے ایک مشاعرے کا اہتمام کیا جس میں بیس سے پچیس شعراء نے شرکت کی۔ یہ مشاعرہ شاہ قاسم کے گھر پر منعقد کیا گیا اور اس کی اہم بات یہ تھی کہ زیادہ تر بزرگ شاعر شریک تھے مگر ان کے خیالات و افکار

میں جدت وندرت کی فراوانی تھی۔ انھیں ایک اور تقریب میں شرکت کی دعوت ملتی ہے۔ یہ تقریب ماہر القادری کی یاد میں منعقد کی گئی تھی لیکن وہ قافلہ ادب کے مشاعرے کی بناء پر وہاں نہ جاسکے۔

اس سفرنامے میں کراچی شہر کے حوالے سے مختلف مقامات کی سیر یا صورتِ حال کی عکاسی نہیں کی گئی بلکہ سید مسعود حسن شہاب دہلوی نے اپنی مصروفیات کا ذکر کیا اور زیادہ تر اپنی ذات کو ہی محور ومرکز رکھا ہے لہٰذا سفر نامے میں اس طرح کی عکاسی کی گئی ہے کہ مسعود حسن شہاب دہلوی کی ذات سے وابستہ کمی کوتاہی یا خوبیاں وخامیاں واضح طور پر اُجاگر نہیں ہوتیں بلکہ نامحسوس طریقے سے وہ صرف اپنی ذات کی خصوصیات اور اپنے مقام ومرتبے کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں تاہم مجموعی جائزہ لیا جائے تو سید مسعود حسن شہاب دہلوی کے اسفار میں جہاں یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود کو مصروف رکھنے کے لیے مختلف طرح کے معاملات سے جڑے ہوئے ہین وہیں دہلی سے جدائی ایک کسک کی طرح ان کے سینے میں پروان چڑھتی ہے اسی طرح پاکستان کے مختلف علاقوں میں سیاحت سے جہاں ان کے اسفار مقامی رنگ میں ڈھلتے ہوئے نظر آتے ہیں وہاں یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ خود کو منوانے کے لیے سید مسعود حسن شہاب دہلوی نے ان تھک محنت کی اور اپنا مقام آپ پیدا کیا۔ ان کی علمی وادبی خدمات سے کسی صورت انکار نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے کامیاب ادیب اور صحافی کے طور پر نام کمایا، اپنی تخلیقات کے ذریعے ناموری حاصل کی تاہم ہجرت جیسے تجربات نے ماضی سے محبت اور یاد جیسی کیفیت پیدا کی، یہ تجربات کئی ادیبوں کے ہاں تلخی کی صورت میں ابھرے، سید مسعود حسن شہاب دہلوی بھی اپنے احساسات نہ چھپا سکے بلکہ ہمیشہ اس درد کو محسوس کیا جو اپنے شہر سے دوری کی صورت میں تادم مرگ ان کے ساتھ رہا۔

حوالہ جات

۱۔ رفیع الدین ہاشمی، ''اصنافِ ادب''، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ص:۱۸۸

۲۔ شاہد حسن رضوی، ڈاکٹر، ''الزبیر'' (سفر نامہ نمبر)، (بہاول پور: اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۸ء)، ص:۳۴۴

۳۔ مرزا ادیب، ''سفر نامے کی بحث''، (لاہور: مشمولہ ''اوراق''، جنوری / فروری ۱۹۷۸ء)، ص:۵۱

۴۔ قدسیہ قریشی، ڈاکٹر، ''اُردو سفر نامے انیسویں صدی میں'' (لکھنؤ: نصرت پبلشرز امین آباد، ۱۹۸۷ء)، ص:۵۴

۵۔ مقبول بیگ بدخشانی، ''سرزمین حافظ خیام''، (لاہور: غالب پبلشرز، ۱۹۷۹ء)، ص:۸

۶۔ جمیل زبیری، (فلیپ) ''دھوپ کنارہ''، (کراچی: بیلا پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

۷۔ مسعود حسن شہاب دہلوی، سیّد، ''سفر ہی سفر''، (ابہاول پور: اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء)، ص:۱۹

۸۔ ایضاً، ص:۲۳

۹۔ ایضاً، ص:۳۳

۱۰۔ شاہد حسن رضوی، ڈاکٹر، ''مہماتِ ادبی کا جائزہ''، (بہاول پور: مشمولہ سہ ماہی ''الزبیر''، اُردو اکیڈمی، شمارہ نمبر: ۳،۴، ۲۰۰۸ء)ص:۸۷

۱۱۔ مسعود حسن شہاب دہلوی، سیّد، ''سفر ہی سفر''، ص:۸۳

۱۲۔ ایضاً، ص:۸۸

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۶۶

۱۴۔ ایضاً، ص:۱۷۴

۱۵۔ ایضاً، ص:۱۸۲

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۰۶

۱۷۔ ایضاً، ص:۲۰۹